

مسائل و مسائل

بعض شرعی قوانینِ حرمت پر سوالات

جناب نعیم صدیقی صاحب

سوال

۱۔ کیا شریعت اسلامیہ کی رو سے کسی اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو — شراب نوشی سے نہیں روکا جاسکتا، نیز کیا ان کا حق ہے کہ انہیں شراب کشید کرنے، اُسے دوا دہا کرنا اور اس کا ذخیرہ کرنے، اُسے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے اور بیچنے اور خریدنے کی اجازت عام حاصل ہو؟

۲۔ کیا لفظ اجتناب لفظ حرمت کو ظاہر نہیں کرتا؟ اگر اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی تو پھر جوئے کو بھی دائرہ حرمت سے نکانا ہوگا۔

۳۔ کیا "سدومیت" (SADOMY) کو حرام قرار دینے والا کوئی لفظ قرآن میں ہے؟

۴۔ کیا جس خمر سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے وہ صرف انگور سے بنتی ہے اور بقیہ تمام اقسام حکیم اجتناب کی زد سے بھی باہر ہیں۔

۵۔ کیا ایک اسلامی ریاست کے کسی ایسے قاضی کو مسندِ قضاء کے نااہل قرار دینے کے لیے عدالتی چارہ جوئی کی جاسکتی ہے جو شریعتِ اسلامیہ کے مسلمہ احکامِ حلت و حرمت کو مسخ کرے؟

جواب

پہلے یہ امر ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ قرآنِ معنی ایک ایسا لفظی ضابطہ نہیں ہے جو لیکر کسی غار کی کھدائی کے دوران میں لکھ لگ گیا ہو اور اس کی اصطلاحات اور اس کے طریق استدلال اور

اس کے احکامِ حلال و حرام کو سمجھنے کے لیے ہمارے پاس لغت اور گرامر اور اپنی ذہنی کاوشوں کے علاوہ کچھ نہ ہو۔ الفاظِ قانون (LETTERS OF THE LAW) کے ساتھ ایک عظیم المرتبہ رسول کو بھیجا گیا اور اسی کے ذریعے یہ قانونِ ملتِ اسلامیہ کو عطا ہوا جس کی ڈیوٹی قرآن میں صاف طور پر یہ بتائی گئی ہے کہ وہ قرآن کے منشاء کو واضح کرے اور اس کی تعمیل کرنے کا عملی نمونہ مہیا کرے۔ اُس رسول برحق کی دعوت سے ایک جماعت نمودار ہوئی۔ ایک تخریک برپا ہوئی۔ پھر نظامِ حق کی عملی تشکیل ہوئی۔ اور اس کے روزمرہ معاملات پر خدا کے رسول نے آیاتِ الہی کو چسپاں کر کے امت کو تہذیب دی کہ کہاں کس لفظ کا منشا کیا ہے، کس آیت سے کیا مراد ہے اور کن چیزوں کو منع کیا گیا ہے اور کن کو قابلِ سزا جرم قرار دیا گیا ہے۔ اب کچھ لوگ ایسے پیدا ہوئے ہیں جو قرآن کو اُس رسول اور اس کی برپا کردہ تخریک اور اُس کے قائم کردہ نظام اور اُس کی فوری و عملی تشریحات سے کاٹ کر الگ کر لینا چاہتے ہیں اور پھر قرآن کے اندر سے قوانین اور اصطلاحات کو لے کر ان کو اسی طرح تختہ مشق بنانا چاہتے ہیں جیسے کہ کسی فارسی اچانک ایک قدیم دستاویز مل گئی ہو یا کسی پہاڑ کی چوٹی پر کسی چٹان کے پھٹنے سے ایک طومار برآمد ہو گیا ہو۔ چنانچہ اب مساجد اور شراب نوشی وغیرہ کے متعلق نئے نئے انکشافاتی احکام سامنے آ رہے ہیں۔ شراب کی حرمت کے متعلق روز اول سے آج تک پوری امت میں کبھی کوئی اختلاف رائے نہیں ہوا۔

اب میں ترتیب وار سوالات کے جواب عرض کرتا ہوں:

۱۔ اصولی طور پر میں علامہ یوسف القرضاوی کی تحقیق سے متفق ہوں کہ اسلام کا ضابطہ حلال و حرام پوری انسانیت کے لیے ہے۔ اور جب اسلامی ریاست قتل اور چوری اور زنا اور سود خواری کو جرمِ عام قرار دے گی تو شراب نوشی اور شراب سازی اور شراب فروشی کو بھی پوری مملکت کے تمام شہریوں کے لیے حرام ٹھہرائے گی۔ ان احکام کی نوعیت کسی گروہ کے شخصی قانون (PERSONAL LAW) کی نہیں ہے، بلکہ یہ قوانین عامہ مملکت (LAW OF THE LAND) کی حیثیت رکھتے ہیں۔

یہ استدلال کہ شراب کا استعمال بعض گروہوں کے ہاں مذہبی اہمیت رکھتا ہے، اس بنا پر قابلِ قبول نہیں ہے کہ عہدِ شے ناپاک شیطانی کام (ساجسٹ من عمل الشیطن) کی حیثیت رکھتی ہے اور اس کے

استعمال کے مضرات صرف وقتی ہی نہیں ہوتے بلکہ معاشرے کی فلاح و بہبود پر ڈونڈ تک مسلسل اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ جیسے ہندوؤں میں سستی کی جو رسم پاتی جاتی تھی۔ یا بعض قوموں اور قبیلوں میں مذہبی رواج ہے کہ اندھیرے میں لبتی کے زن و مرد جمع ہو کر جنسی اباحت عام سے حفظ اندوز ہوتے ہیں۔ یا یہودیوں کے ہاں (غیر یہودی) انسانی خون کا جو پتہ تقدس مذہبی استعمال ہوتا رہا ہے، ان ساری صورتوں کو جائز قرار دے دیا جائے۔

غیر مسلموں کے لیے اقلیتی حقوق کی بنیادوں پر شراب کے جو اذنی راہیں کھولنے کا جو تجربہ ہمیں اپنی تاریخ کے عباسی دور میں پیش آیا ہے۔ وہ حد درجہ تباہ کن ثابت ہوا ہے۔ طبری اور الاغانی کے علاوہ فلپ حتی نے بھی ایسے ثقافتی اڈوں کا ذکر کیا ہے۔ جن میں شراب و شہاد کا انتظام ہونا تھا اور انہیں زیادہ تر یہودی، عیسائی (اور مجوسی) چلاتے تھے۔ کہہ فی میں ایک ایسا عشرت کدہ ابن رابین کا مختصر جس کی مشہور مغنیہ سلمۃ الزرقاء تھی۔ ان اڈوں پر مسلمان نوجوان، خصوصاً اُس دور کے دانشور یعنی شعراء ادب جمع ہو کر خوش وقت ہوتے اور پھر اسی زندانہ ثقافت کے گن گاتے۔ ان اڈوں کو ذہن مسلم نوجوانوں کے اخلاق کی تباہی کے لیے اسی طرح استعمال کیا گیا، جس طرح موجودہ دور کے یہودی غیر یہودیوں میں زہریلے منشیات کو عام کرنے میں مصروف ہیں۔ یہ یہودی ہی تھے جنہوں نے امریکہ میں قانون امتناع شراب کو ناکام کر دیا۔

آج اگر ہم غیر مسلموں کو شراب نوشی اور شراب فروشی کی اجازت دے دیں تو یہ مسلمانوں کی اخلاقی تباہی کے لیے ایک مشن کے تحت اپنے اڈوں سے کام کریں گے۔

پھر سوال یہ ہے کہ جب دنیا کی مختلف بندرگاہوں اور پہاڑوں سے پاکستان کی اقلیتوں کے لیے شراب آمد ہی ہوگی یا دنیا میں جا رہی ہوگی تو دنیا سے اسلام اور دنیا سے کفر میں یہی تو کہا جائے گا کہ پاکستان شراب امپورٹ یا ایکسپورٹ کرتا ہے۔ علاوہ ازیں شراب کی نقل و حمل کے لیے ہمارے معاشرے

لے دس بارہ سال پیشتر کے شاہی ایران میں ایک پاکستانی مسلم نوجوان کا گذر کسی یہودی کی چھوٹی سی سگریٹوں وغیرہ کی دکان پر ہوا۔ بانوں باتوں میں اس یہودی نے بڑے بھاری کمیشن کی پیش کش کرتے ہوئے کہا کہ تم ہمارا مال (منشآت) پاکستان میں لگواؤ۔

کی ریلیں اور ٹرک استعمال ہوں گے اور جگہ جگہ شراب کے پارسلوں کا اندراج ہوگا۔ کسٹم اور سیلز ٹیکس کے لیے اُن کا جائزہ لیا جائے گا اس کے بعد شراب سے وہ نفرت تو باقی نہیں رہ سکتی جو حرام ماکولات و مشروبات کے لیے اسلام و دیوت کرتا ہے اور نفس کے لیے ایک بڑی روک ہی ایمانی نفرت ہوتی ہے۔

شراب کے جو اثرات دُنیا میں ٹریفک کے حادثات، ازدواجی بگاڑ، جرائم، ہیمنہ تشدد، خودکشی، پاگل پن، نیم پاگل پن اور دیگر امراض کی صورت میں اب تک ظاہر ہو چکے ہیں، ان کے ہوتے ہوئے ہم اپنے اُن کی کسی آبادی کو کیسے اجازت دے سکتے ہیں کہ وہ ہمارے معاشرے میں ان برائیوں کو پھیلانے کے لیے خصوصی حق حاصل کرے۔ اور پھر شراب نوشی آدمی کو جس تذبذب میں مبتلا کرتی ہے وہ خیانت و بدعنوانی کی رفتار میں اضافہ کرتی ہے۔

میں نہیں سمجھتا کہ محض لفظوں کی چیر بھاڑ سے اُوپر کے عزم کردہ مفاسد کا ازالہ کیا جاسکتا ہے۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے آپ کو اقلیتوں کے لیے فراخ دل ثابت کرنے کی خاطر اکثریت کو ہزار خرابیوں کا شکار بننے کے لیے چھوڑ دیں۔

قرآن آج کل کے قانون دانوں کے ذوق کے مطابق خالص کتابِ قانون نہیں ہے۔ جن میں دفعہ وار ضابطہ بندی (CODIFICATION) کی گئی ہو اور ہر ایک لفظ کے شروع میں عنوان درج ہو، پھر اصطلاحات اور اُن کے مفہوم کو معین کیا گیا ہو۔ یعنی باقاعدہ کسی دفعہ یا دفعات میں صراحت و وضاحت ہو کہ جب لفظِ حرام استعمال ہوگا تو معنی یہ ہوں گے۔ اور جب کوئی دوسرا طریق منع و نہی استعمال ہوگا تو اُس کے معنی وہ ہوں گے۔

قرآن سب سے پہلے ایک دین کی دعوت اور اُس کے لیے اُٹھائی جانے والی تحریک (بلکہ مختلف زمانوں کی تحریکوں) کی روئیداد بھی ہے، اساسی حقائق، کائنات و حیات کا آئینہ دار ایک صحیفہ بھی ہے جس میں مخالف خیالات کا توڑ کر کے محکم دلائل سے کچھ عقائد یا کو پیش کیا گیا ہے، وہ کتاب اخلاق بھی ہے اور اخلاقی ضابطے بنانے سے زیادہ انسان کے اندر خدایا پرستانہ اخلاقی ذمہ داری کا حاسہ بیدار کرنے کی محکم ہے، وہ خدا پرستی اور دُنیا پرستی کی کشمکش کی پھلی تارین کا خلاصہ بھی اپنے اندر رکھتی ہے، اور ان ساری چیزوں کے ساتھ ساتھ اُس میں نازل شدہ قوانین اور اُن کے

اجراء سے پیدا ہونے والے مسائل کا ذکر بھی ہے۔ یہ سب کچھ قرآن میں ملاحظاً بیان ہوا ہے اور کبھی اعتقادی امور پر کلام قانونی حکم سے ملاحظاً ہے، کبھی قانونی حکم کے ساتھ اخلاقی تلقین شامل ہے اور کبھی ماضی کے کسی واقعے کے بیان کے ساتھ حلال و حرام کی کوئی تصریح کی گئی ہے۔ کوئی مقام ایسا نہیں۔ جہاں حرام، مکروہ، مکروہ تخریمی، حلال، مباح اور پسندیدہ وغیرہ اصطلاحات کی لسٹ دے کر ان کے فروق بیان کیے گئے ہوں اور نہ کوئی یکجا بیانیہ بیان ایسا ہے جس کے متعین قانونی الفاظ سے معلوم ہو جائے کہ مکمل حرمت و امتناع کے لیے لفظ حرام یا مصدر تخریم کے علاوہ اور کون کون سے الفاظ اور انداز بیان مترادف ہیں۔ یہ تو مفسرین و فقہاء کی محنتیں ہیں کہ انہوں نے قرآن کے منہیات کو مختلف آیات سے لے کر سامنے رکھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریحات کی روشنی میں تعین کیا کہ حرام قرار دینے کے لیے کس کس طرح کے الفاظ اور اسلوب نہی قرآن نے اختیار کیے ہیں۔ مثلاً جن چیزوں کو لفظ حرام (یا اس مادے کے دوسرے مشتقات) سے ممنوع قرار دیا گیا ہے وہ حسب ذیل مقامات پر مذکور ہیں:-

۱- اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَ بِهِ لِغَيْرِ

اللَّهِ - (البقرہ - ۱۷۳) - تیز قدرے مختلف الفاظ میں۔ المائدہ ۳، الانعام ۱۴۵ اور

العنقل ۱۱۵ -

سورۃ مائدہ کی آیت ۳ میں یہ اضافہ ہے:- ۱- وَمَا أَكَلَ السَّبْعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ

۲- وَمَا ذَبَحَ عَلَى النَّصَبِ ۳- وَ اَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِاَلْسِنَتِكُمْ

۲- لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرْمٌ (المائدہ ۸-۹۵)

یہاں حرمت کا حکم محض کلمہ نہی "لا" سے دیا گیا ہے اور اس کے بعد سزا یا کفارہ بھی بیان کر دیا گیا ہے۔ ساری بات کر چکنے کے بعد پھر دہراتے ہوئے فرمایا کہ حرم علیکم صیداً البر ما

لہ یہاں آگے کے الفاظ ہیں ذَا لِكُمْ فِئْتِي یعنی پانسوں سے تقسیم کردہ گوشت (یا دوسرے مال) کو حرام کرنے کی وجہ یہ بتائی کہ یہ تمہارے لیے فسق یا گناہ ہے۔ اس سے یہ اشارہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ حرام کے لیے فسق یا فسق کے لیے حرام کے الفاظ کا متبادل استعمال ہو سکتا ہے۔

دُمْتُمْ حُرْمًا (المائدہ: ۹۶)

یہاں لفظ حُرْم کے ساتھ صرف "صید البر" کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ پہلے حکم ممانعت میں محض "صید" کا عمومی ذکر ہے۔ پھر وہاں کفارہ کا بیان بھی کر دیا گیا ہے۔ التباس نہ ہونے کی دو وجہیں ہیں:- ایک یہ کہ دونوں باتیں ایک ہی سلسلہ کلام کا حصہ ہیں۔ دوسری یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دائرہ میں تعین فرمانے کے لیے موجود تھے کسی کو مغالطہ نہیں ہوا۔

المائدہ ۱ میں بھی یہ ممانعت موجود ہے۔

۳۔ حَرَّمَ الرَّبُّوا (البقرہ: ۲۷۵)

۴۔ الانعام میں سرمتوں کا ایک تفصیلی بیان ہے۔ فرمایا: قُلْ تَعَالَوْا اِنلِ مَا حَرَّمَ سَ تَبْكُمْ عَلَیْكُمْ (آیت ۱۵۱)

اس کے بعد حسب ذیل امور کو گنا گیا ہے:-

ا۔ لَا تَشْبِ كُوا یَهْ تَشِیًا (حرمت کا حکم حرفِ نہی "لا" سے)

ب۔ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا۔

اب اگر کوئی شخص کہے کہ قرآن کو قرآن سے سمجھنا اور اس الفاظ کو ضابطے کی طرح لینا ہے تو ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا آدمی یہی نتیجہ نکالے گا کہ والدین سے حسن سلوک کو نعوذ با شہ حرام کر دیا گیا ہے۔ مثبت تقاضا بیان کر کے امر منہی عنہ کو محذوف کر دیا ہے۔

ج۔ وَلَا تَقْتُلُوا اَوْلَادَكُمْ مِنْ حَشِیَّةٍ اِمْلَاق

د۔ وَلَا تَقْبُلُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (یہاں حکم ممانعت لا تقبلوا

سے دیا گیا ہے)۔

س۔ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِی حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ۔

س۔ وَلَا تَقْبُلُوا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِی هِیَ اَحْسَنُ۔ (یہاں پھر لا تقبلوا سے

ہنی کی گئی ہے)۔

ص۔ وَادْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ۔

یہاں پھر وہی اسلوب ہے کہ امر مطلوب کو بیان کیا جا رہا ہے اور اس کے مخالف جس چیز کو ممنوع

ٹھیرانا مطلوب ہے اسے مخدوف کر دیا گیا ہے۔

ط - وَإِذَا قُلْتُمْ قَاعِدُوا - یہاں پھر مثبت اور اس کی متضاد صورت جیسے حرام کیا جا رہا ہے، مخدوف ہے۔

ع - وَيَجْهَدِ اللَّهُ أَوْ قُوا - یہاں بھی وہی صورت ہے۔

۵ - وَحَتَّىٰ مَّا ذَاكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ - (النور - ۱۳) یہاں حکم یہ ہے کہ مشرک یا زانی مرد یا مشرک یا زانی عورت سے ویسے ہی مرد و زن نکاح کر سکتے ہیں۔ مومنوں کے لیے یہ ممنوع ہے۔

۶ - حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ مَهْتِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَأَخْوَأْتِكُمْ... الخ (النساء - ۲۳)

ان مثالوں کو سامنے رکھنے کے بعد حرمت کے مفہوم کو سمجھنے کے لیے قرآن کے چند اور مواقع پر نگاہ

ڈالنا ضروری ہے۔

پہلی مثال :- لَاتَهْمُكُمْ شَيْءٌ بِاللَّهِ فَقَدْ حَتَّمَ اللَّهُ عَلَيْهَا الْجَنَّةَ وَالْمَلَكَةَ ۲

یہاں حرم کے معنی واضح ہیں کہ مشرکین کے لیے جنت ممنوع الدخول ہے۔

دوسری مثال :- وَحَرَّمْنَا عَلَيْكَ الْمَرَاضِعَ (القصص - ۱۲) یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام

کے متعلق بتایا گیا کہ ولادت کے فوراً بعد جب وہ قصر فرعون میں پہنچے تو انہوں نے کسی بھی دایہ کا دودھ نہ پیا۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حرام کر دینے کا مطلب ہے کہ ہم نے حکم خاص حضرت موسیٰ کو اس سے روک دیا کہ وہ کسی دایہ کا دودھ پئیں۔

تیسری مثال :- وَحَتَّىٰ مَّا عَلَىٰ قَبِيلِهِ أَهْلَكْنَاهَا، أَنَّهُمْ لَا يُؤْتِعُونَ - یعنی جن

بھی بستیوں یا قوموں کو ہلاک کیا گیا۔ ان کے لیے درخواست ان کے اعمال کی وجہ سے، بُرائی کی راہ سے پیچھے پلٹنے کا راستہ بنا۔ جو چکا تھا۔

چوتھی مثال :- قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيَهُونَ فِي

الْأَرْضِ (المائدہ - ۲۶۰) یعنی بنی اسرائیل کو فتح قریب سے ان کے انکارِ جہاد کی وجہ سے چالیس برس کے لیے بنا ممکن بنا دیا گیا۔ یہ مطلب نہیں کہ ان کو حکم دیا گیا کہ خبردار ادھر کا رخ نہ کرنا۔ ادھر جانا حرام ہے۔

پانچویں مثال :- قَالُوا إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَهَا عَلَى الْكَافِرِينَ (الاعراف - ۵۰) اہل دوزخ

جنت والوں سے پانی مانگیں گے تو ادھر سے جواب ملے گا کہ یہ تو کفار کے لیے ممنوع استعمال ہے۔ ان ساری مثالوں سے حرمت کا جو تصور ابھرتا ہے وہ ممنوعیت کا ہے۔ کوئی چیز منع ہے یا کسی چیز سے روک دیا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ایسے اور الفاظ یا اسالیب نہیں ہو سکتے جو ممنوعیت کا مفہوم دیتے ہوں؟ جواب یہ ہے کہ قرآن میں شدید قسم کے احکام اتنا ہی کی ایسی مثالیں موجود ہیں جس کے لیے حرمت کے مادے کا کوئی لفظ استعمال نہیں کیا گیا۔ اختصار کے لیے میں صرف ایک مثال دوں گا۔

سورة الحجرات میں تین باتوں کی ممانعت کی گئی۔ ۱۔ لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ
۲۔ لَا تَقْفُوا أَسْوَابَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ - ۳۔ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ
كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ (آیت ۲۱)

اسی بات سامنے ہرگز کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ تو ایک عام اخلاقی سفارش ہے۔ مگر اس کلام کا آئندہ جملہ یہ ہے کہ اَنْ تَحْبِطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔ یعنی اگر تم خدا اور رسول کی بارگاہ میں حداب سے تجاوز اختیار کرو گے، اگر تم خدا کے رسول کی آواز کے بالمقابل اپنی آواز کو بلند کر دو گے اور اسی طرح تنک تنک کہ بات کرو گے جیسے ایک دوسرے کے سامنے کہتے ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے سارے اعمال حسنہ اکارت جائیں گے اور (چونکہ ضبط اعمال کی کارروائی کو تم دیکھ نہیں سکتے لہذا) تمہیں خبر بھی نہ ہوگی۔ ضبط اعمال کی وعید نے بتا دیا کہ مندرجہ ممنوعات کی شدت کس درجے کی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ شدت اتنا ہی کے لیے قرآن کے پاس لفظ حرمت کے علاوہ بھی سرمایہ الفاظ و اصطلاحات ہے۔

لے اسی حرفِ تنہا کے استعمال کی ایک اور اہم مثال یہ ہے کہ اَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ (یس ۶۰) اور عبادتِ شیطان کی وصاحت دوسرے اتنا ہی حکم سے ہوتی ہے کہ لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانَ (النور، ۲۱)۔ پھر لَا تَتَّخِذُوا، لَا تَقْرَبُوا، لَا تَقْرُبُوا، لَا تَعَاوَنُوا، لَا تَأْكُلُوا، وغیرہ بے شمار افعال کا ذکر بصورت نہیں کیا گیا ہے۔ ان ساری مثالوں کو یہاں جمع نہیں کیا جاسکتا۔

کہا گیا ہے کہ پچھرا پتھر کا تازہ نازل شدہ کلام سنا یا جا رہا تھا۔ اُس کے حاضرین باواز بلند پکارا اٹھے کہ اے رب ہم باز آگئے! پچھرا پتھر واقعہ بھی شراب نوشی کی شاعت کو واضح کر دے گا کہ امتناعی حکم کی منادی سن کر بعض اصحاب نے ہونٹوں سے لگے ہوئے پیالے الگ کر کے پھینک دیئے اور ٹکے گلیوں میں انڈیل دیتے۔

شراب نوشی کے جرم پر حضور اور جمیع خلفائے راشدین کے دور میں حد جاری کی گئی۔ ریکارڈ میں لفظ حد ہی لے گا، تعزیر نہیں۔ بعدہ پوری امت میں بلا اختلاف اس بات پر اجماع رہا ہے کہ شراب حرام ہے، اس کا پینا پلانا یا اس کا بنانا اور خریدنا بیچنا سب حرام ہیں۔ بلکہ حضور نے ایسے برتنوں کا استعمال بھی منع کر دیا جو شراب نوشی کے لیے مخصوص سٹائل رکھتے ہوں۔ آج لیکابیک اگر اس متفقہ اجتماعی فیصلے کے خلاف آواز اٹھتی ہے تو اُس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی ذہن ایسا ہے جو نہ تو قرآن ہی کو کما حقہ سمجھنے کی استطاعت رکھتا ہے۔ (محض چند آیات کے چند ٹکڑے سامنے رکھ لیے گئے ہیں) نہ سنت کا احترام کرتا ہے اور نہ پوری امت کے اجماع کو وقعت دیتا ہے۔ ایسے شخص کے نادر ٹپکے کیا پہاڑوں کے پتھروں پر نافذ ہوں گے؟ کیا ایک معاشرے کے معتقدات اور قانونی مسلمات کے علی الرغم زبردستی کوئی نئی چیز اس پر ٹھونسنی ہے؟ ظاہر بات ہے کہ اس قسم کی کوششیں جرتی نہیں رکھتیں، اور نہ خواہج کی بھی تو حکومت قائم ہوئی تھی، اُن کے مخصوص طور طریقے امت میں باقی رہ جانے چاہئیں تھے۔ امت کے اساسی اور مجموعی ذہن سے ٹکرانے والی حکومتیں اور عدالتیں کبھی چل نہیں سکتیں۔ دیکھنے دیکھتے ٹپٹ ہو جاتی ہیں۔

مستفسر سے گزارش ہے کہ شراب کے متعلق جو استدلال کیا گیا ہے، اسی کو جوئے پر بھی منطبق کر لیں۔ خمر، میسر اور ازلام تینوں سے جس من عمل الشیطان ہیں۔ تینوں میں مشترک قسم کے مفاسد موجود ہیں۔ تینوں کے لیے "اجتنبوا" کے لفظ سے یہی شدید کی گئی ہے اور تینوں کے آخر

لے دیا، حسنتم، فقیر، مزقت کی ممانعت کے لیے وہ گفتگو سامنے رہے جو شہرہ میں حضور نے فرمائی۔
بنی عبد القیس کے سامنے کی۔

میں ہے کہ فہل اَنْتُمْ مُنْتَهَوْنَ؟ اور سننے والوں نے اس کا جواب دیا تھا: قَدْ اَنْتَهَيْنَا
 يَا سَبِّ! پس یہ حرام قطعی ہیں اور قانوناً جرم ہوں گے اور ان پر سزا جاری ہوگی۔
 ایک اور مقام استدلال بھی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب بلند کے متعلق
 قرآن مجید میں جو چند جملے اکٹھے کیے گئے ہیں، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ لِيُحَلِّ لَهَا الطَّيِّبَاتِ وَ
 لِيُحَيِّ مُمْ عَلَيْهِنَّ الْحَبَائِثُ (الاعراف - ۱۵۷) یعنی حضورؐ بالفاظ قرآن (یا بہ لفظ خود)
 طیب اور پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور خبیث اور گندی چیزوں کو حرام ٹھہرتے ہیں۔ یہاں
 حِلَّت و حرمت کا ایک ایسا معیار بیان ہو گیا کہ جس کی مدد سے قرآن و حدیث کے مجازات و منوعات
 کو بھی سمجھا جاسکتا ہے۔ اور جزئی امور میں اگر اجتہاد کرنا پڑے تو اجتہاد بھی کیا جاسکتا ہے۔ اب
 یہ کام حریف و مدعی کا ہے کہ وہ یہ ثابت کرے کہ شراب خبیث چیزوں میں سے نہیں بلکہ طیبات میں
 سے ہے یا اُن سے کم تر کسی درجے میں ہے۔

یہ بھی سامنے رہے کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کو واضح فرمایا ہے کہ الحلال
 مَبَيِّنٌ وَالْحَرَامُ مَبَيِّنٌ یعنی حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی۔ وَبَيِّنَ ذَلِكَ أَمْوَرًا
 مُشْتَبِهَاتًا۔ اور ان دونوں کے درمیان کچھ اشتباہی امور ہیں۔ جن کے متعلق اکثر لوگ یہ حکم نہیں
 لگا سکتے کہ یہ حلال ہیں یا حرام۔ حضورؐ کی تعلیم یہ تھی کہ جس نے برصغیر اپنے دین و عزت کو
 بچانے کے لیے اُن سے اجتناب کیا وہ بچ نکلا اور جو کوئی اس دائرے کی کسی چیز کی لپیٹ میں آ گیا، اس
 کے لیے بعید نہیں کہ وہ حرام تک جا پہنچے۔ مثال دی کہ جیسے کسی محفوظ چراگاہ (یا کھیت) کے کنارے پر
 چرنے والے جانوروں سے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ وہ چراگاہ یا کھیت میں جا گھسیں۔

اب دریافت طلب یہ ہے کہ آیا شراب ایسے مشتبہات میں سے ہے کہ انسانوں کی اکثریت یہ سوچتی
 رہ جائے کہ نہ معلوم یہ طیبات میں سے ہے یا خبیثات میں سے اور یہ منوع ہے یا ناجائز یا بالفاظ دیگر
 حرام ہے یا حلال؟ کیا دنیا بھر کے مذہبی نوشتے، شراب کے متعلق عقلی و تجربی بحثیں اور اس کے اثرات بد
 کا عالمی ریکارڈ اس قسم کے شبہ کی گنجائش چھوڑتا ہے؟

اور حضورؐ کی قائم کردہ (مذہبی) سوسائٹی کا اس سے اجتناب کرنا، اتنا ہی حکم ملتے ہی سے نوشی
 بند کر دینا اور متعلقہ برتن توڑ دینا اور شراب نوشوں کو کوڑے لگانا، کیا یہ سب کچھ دریا برد کر کے

سوچا جائے گا۔

تبوک سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی پر وفد ثقیف حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وفد کے لوگوں نے بعض امور میں بطور خاص استثنیٰ چاہا۔ ان امور میں سے ایک شراب نوشی کی اجازت حاصل کرنا بھی تھی۔ حضور نے یہ اجازت نہیں دی۔ ذرا خیالی فرمائیے کہ ابھی اسلام پوری طرح پھیلا بھی نہیں تھا۔ اور ثقیف والوں کی بڑی تعداد اس سے آزاد تھی، اس کے باوجود ان کو یہ معلوم تھا کہ دین محمد میں شراب ممنوع ہے۔ اگر حرام نہ ہوتی تو حضور ڈھیل دے سکتے تھے۔

بہت سی ثقہ روایات کو چھوڑ کر میں ایک ایسا واقعہ لیتا ہوں جسے تاریخ کے ذریعے سچہ سچہ جانتا ہے۔ ابو محجن ثقفی سرور میں اسلام لائے، بہادر، جانناز تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو عراق میں لشکر میں بھیجا۔ پھر معرکہ حُبر میں رسالے کی قیادت کی۔ پھر یویب کے معرکہ میں داد شجاعت دی، اسلام سے پہلے طائف کے تارکستانوں نے ثقیفوں میں شراب نوشی کی دبا پھیلا رکھی تھی۔ اسلام کے غلبے کے بعد بھی انگوروں کا رس بعض طبائع کو بہکاتا تھا۔ روایت یہی ہے کہ ابو محجن کو شراب کی لت تھی، ایک بار پکڑے گئے، حضرت عمرؓ نے کہڑے لگوائے، پھر گرفتار ہونے پر اور سزا ہوئی۔ لیکن جب عرم اور سزایں یہ کشمکش لمبی ہو گئی تو حضرت عمرؓ نے ان کو جزیرہ حضورؐ میں نظر بن کر دیا۔ یہی وہ واقعہ پیش آیا کہ انہوں نے جب معرکہ قادسیہ کا حال سنا تو بے قرار ہو گئے۔ اُس وقت جو اشعار ابو محجن نے کہے ان میں سے ایک یہ تھا۔

كفى احزنا ان تولى الخيل بالقنا داترك مشدوداً على وثاقيا

اس سے بڑھ کر دکھ کیا ہوگا کہ سوار نیزے سے بے جنگ میں شریک ہو رہے ہیں اور میں یہاں
ذخیروں میں جکڑا ہوا پڑا ہوں۔

آخری شعر ہے یہ

وَلِلّٰهِ عَهْدٌ وَّ لَا اِخْنٌ بَعْدَہَا لئن فرجت ان لا اسدی الحوانیا

میں نے بارگاہِ الہی میں عہد کیا ہے اور اس عہد میں خیانت نہیں کروں گا کہ اب اگر مے خانے
کے دروازے مجھ پر چوٹ کھول دیئے جائیں تو بھی میں ادھر کا رخ نہیں کروں گا۔

ان دردناک اشعار میں چھپے جذبے کا اثر یہ ہوا کہ سپہ سالار سعد بن ابی وقاص کی اہلیہ (سملی)